ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

حج اور قربانی

خرم مراد

حدثنا محمد بن يوسف، حدثنا سفيان الثوري، عن قيس بن مسلم، عن طارق بن شهاب: ان اناسا من اليهود، قالوا: لو نزلت هذه الآية فينا لاتخذنا ذلك اليوم عيدا، فقال عمر:" اية آية؟" فقالوا: اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا سورة المائدة آية 3، فقال عمر: إني لاعلم اي مكان انزلت، انزلت ورسول الله صلى الله عليه وسلم واقف بعرفة".

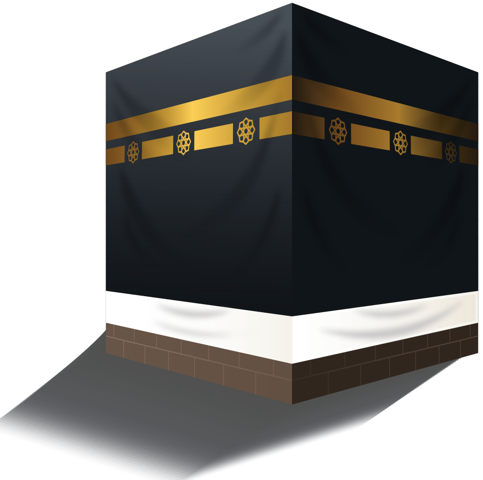

ہم سے محمد بن یوسف فریابی نے بیان کیا، کہا ہم سے سفیان ثوری نے بیان کیا، ان سے قیس بن مسلم نے، ان سے طارق بن شہاب نے کہ چند یہودیوں نے کہا کہ اگر یہ آیت ہمارے یہاں نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن عید منایا کرتے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کون سی آیت؟ انہوں نے کہا الیوم أكملت لكم دينكم وأتممت عليكم نعمتي ”آج میں نے تم پر اپنے دین کو مکمل کیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی۔“ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی تھی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے (یعنی حجۃ الوداع میں)۔

حدیث نمبر: 4407 صحيح البخاري

ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

عیدالاضحیٰ اوربیت اللہ کی مناسبت سے ایک حدیث میں آپ کے سامنے پیش کروں گا، حضرت عمر ابن الخطاب سے روایت ہے کہ ایک آدی نے جو یہودیوں میں سے تھا ان سے کہا: یا امیر المومنین! ایک آیت آپ کی کتاب میں ایسی ہے کہ اگر یہ آیت ہم یہودیوں کے اوپر نازل ہوتی توہم اس دن کو اپنے لیے عید کا دن بنا لیتے۔ حضرت عمرنے پوچھا: وہ کون سی آیت ہے؟ یہودی نے کہا الیوم اکملت

لکم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الإسلام دينا:

آج کے دن میں نے تمھارے لیے تمھارے دین کو مکمل کر دیا تمھارے اوپر اپنی نعمتیں تمام کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے' طور پر پسند کر لیا۔ حضرت عمرنے فرمایا کہ ہم اس دن کو اور اس جگہ کو بھی جانتے ہیں جہاں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپراتری تھی۔ آپ اس وقت میدان عرفات میں کھڑے ہوئے تھے۔ عرفا کا دن تھا۔

ایک روایت میں حضرت عمر ابن الخطاب اور ایک یہودی کے درمیان ایک مکالمہ ہے۔ یہودی نے حضرت عمر سے کہا کہ یہ آیت جو آپ کے قرآن میں نازل ہوئی ہے جس میں دین کو کامل کرنے کا اورنعمت کے اتمام کا اور اسلام کو دین بنادینے کے احسان کا اللہ تعالی نے ذکر کیا ہے اگر ہم پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید کے طور پر مناتے۔ حضرت عمرنے کہا کہ ہم تو پہلے سے جانتے ہیں کہ اس آیت کا نزول ہمارے لیے مفید ہے۔ یہ آیت جب نازل ہوئی تو وہ عرفہ کا دن تھا۔ لوگ میدان عرفات میں جمع تھے، جمعہ کا دن تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سامنے کھڑے تھے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی یہ کوئی نئ بات نہیں ہے جوتم کہہ رہے ہو بلکہ یہ تو ہمارے ہاں پہلے ہی سے عید کا دن ہے۔

اسے ہم عید قربان کے طور پر مناتے ہیں۔ یہ ہم عنقریب منانے والے ہیں۔ اس عید کے دن میں اللہ تعالی کے احسان پرشکر کی ادائیگی بھی شامل ہے کہ اس نے ہمارے اوپر ہمارے دین کو مکمل فرمایا ، ہدایت کی نعمت، سب سے بڑی نعمت، ہمیں عطا فرمائی اور ہمارے لیے اسلام کو بھی بحیثیت دین کے پسند فرمایا ۔ عید کا دن جشن اور خوشی اور مسرت کا دن ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی عید کے لیے دو ہی دن پسند فرمائے ہیں۔ ایک عید الفطر کا دن اور دوسراعیدالاضحی کا دن۔ ایک وہ عید جورمضان المبارک کے اختتام پر منائی جاتی ہے۔ جبکہ لوگ ایک مہینے کے روزے رکھ کر فارغ ہوتے ہیں۔ اور ایک وہ عید جو کے اگلے دن منائی جاتی ہے جب سارے حاجی منا میں قربانی کرتے ہیں اور اس سے ایک دن پہلے عرفات کے میدان میں جمع ہو کر اپنے حج کو مکمل کرتے ہیں۔ ساری مسلم دنیا جو حج کے لیے حاضر نہیں ہوتے ہیں ان کے اگلے دن یوم عید مناتی ہے. تہوار اور عید کا دن کسی قوم کے لیے جشن اور خوشی کا دن اس لیے ہوتا ہے کہ اس دن ان کی زندگی یا قوم کی تاریخ میں کوئی ایسا دن آیا ہوتا ہے جس کے ساتھ ان کی قوم کا، تاریخ کا اللہ تعالی کے احسانات کا رشتہ بنا ہوا ہوتا ہے۔ عیسائی، ان کی دانست میں حضرت عیسٰی کی پیدائش کا جو

ہدایت کی نعمت، سب سے بڑی نعمت، ہمیں عطا فرمائی اور ہمارے لیے اسلام کو بھی بحیثیت دین کے پسند فرمایا ۔ عید کا دن جشن اور خوشی اور مسرت کا دن ہے

> اللہ تعالی نے مسلمانوں کی عید کے دونوں دنوں کو قرآن مجید اور ہدایت کی نعمت کے ساتھ وابستہ کیا ہے رمضان المبارک کایہ مہینہ قرآن مجید کے نزول کامہینہ ہے، حضرت عمر کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل یہ دوسری عید ہدایت کے مکمل ہونے کا جشن بھی ہے

دن ہے جواسے اپنے لیے عید سمجھتے ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسٰی کی صورت میں انکی مرضی اور خود اپنے آپ کو انسانوں کے سامنے ظاہر کیا۔ حضرت عیسٰی کی صورت میں انکی مرضی اور خود اپنے آپ کو انسانوں کے سامنے ظاہر کیا۔ حضرت عیسٰی پر ایمان لانے سے ان کی بخشش اور نجات ہوتی ہے۔ حضرت عیسٰی نے صلیب چڑھ کر اپنے ماننے والوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کیا۔ اس واقعے کے غلط ہونے کے باوجود ان کی ترقی اور دینی زندگی قومی اور دینی زندگی اسی واقعہ سے وابستہ ہے۔ اسی لئے وہ کرسمس کو حضرت عیسٰی کی پیدائش . کا دن تصور کر کے عید کے طور پر مناتے ہیں۔

یہودی اس دن دن عید مناتے ہیں جس دن اللہ تعالی نے ان کو فرعون سے نجات دی، دریائے کو پھاڑ دیا اور فرعون سے نجات دے کر اسے ہمکنار کیا۔ ان کی قومی زندگی میں یہ دن اللہ کی بشارت، اللہ کے انعامات اور اللہ کے احسان کے لیے یادگار دن ہے کہ اس دن اس نے ان کو فرعون کی غلامی سے نجات دی اور فلسطین کی حکومت ان کو عطا کی۔ دیگر قوموں نے اپنے جشن اورعیدکے تہواروں اور سال کے موسموں سے باندھ رکھا ہے۔ جب موسم سرما کی سردراتیں ختم ہو جاتی ہیں اور بہار کی پہلی کرنیں پھوٹتی ہیں تو کہیں نوروز کا جشن منایا جاتا ہے ہیں کہیں بسنت کا جشن منایا جاتا ہے۔ کہیں فصل کی کٹائی کے دن کو کہ یہاللہ تعالی کا احسان ہے، عید کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی قومیں طرح طرح کے جشن مناتی ہیں۔ لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کی عید کے دونوں دنوں کو قرآن مجید اور ہدایت کی نعمت کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ رمضان المبارک کایہ مہینہ قرآن مجید کے نزول کامہینہ ہے۔ شَهْرُ

رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ البقرۃ 185:2

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا جس میں روشنی بھی ہے، رہنمائی بھی ہے اور سارے انسانوں کے لیے ہدایت ہے۔)

آگے چل کر اس عظیم نعمت کے اظہار تشکر کے طور پر فرمایا

وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (185:2

تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کر سکو اور جس ہدایت سے اللہ نے تمھیں سرفراز کیا ہے اس پر اللہ کی کبریائی کا اظہار و اعتراف کرو اور شکر گزار بنو۔ چنانچہ عیدالفطر کا دن نزول قرآن کی سالگرہ کا جشن ہے جو ایک مہینے کے روزوں کےبعد دنیا بھر کر مسلمان مناتے

اسی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اور حج اور قربانی کا پورا نظام بہت قدیم اور پرانا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر مکمل کرلی تو اللہ تعالی نے ان سے کہا کہ لوگوں کو حج کے لیے پکارو ۔ لوگ حج کے لیے آئے اور عرفات کے میدان میں اللہ کے حضور میں حاضر اس وقت ، اللہ تعالی نے اپنے اس احسان کا اعلان فرمایا۔ حضرت عمر کے قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ دراصل یہ دوسری عید ہدایت کے مکمل ہونے کا جشن بھی ہے۔ اس میں اسوہ ابراہیمی کی پیروی ، حج کے مناسک کی ادائیگی اور قربانی کے ساتھ ساتھ جو چیز مسلمانوں کے لیے خاص طور پرشامل ہے وہ یہ کہ اس عید سے ایک دن پہلے اللہ تعالی نے اپنا فرمان نازل فرمایا اور اپنے اس احسان کو مکمل

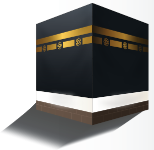

حج اور قربانی

خدا کی سب سے بڑی نعمت اور زندگی بسر کرنے کا صحیح راستہ تم کو بتا دیا گیا ہے جس سے دنیا کے اندر کامیابی، فلاح اور ترقی تمھارے حصے میں آئے گی، اور آخرت میں اللہ تعالی کی طرف سے انعام اوریااجر اس کی خوشنودی اور رضا تمھیں ملے گی

کرنے کا اعلان فرمایا کہ خدا کی سب سے بڑی نعمت اور زندگی بسر کرنے کا صحیح راستہ تم کو بتا دیا گیا ہے جس سے دنیا کے اندر کامیابی، فلاح اور ترقی تمھارے حصے میں آئے گی، اور آخرت میں اللہ تعالی کی طرف سے انعام اور اجر اس کی خوشنودی اور رضا تمھیں ملے گی۔ اس بات کا اعلان اللہ تعالی نے اس عید سے، جسے ہم عید الاضحیٰ یا قربانی کی عید کہتے ہیں ایک دن پہلے عرفات کے میدان میں فرمایا۔ آپ غور کریں کہ دونوں عیدوں کا اللہ تعالی کی نعمتوں سے کتنا گہرا تعلق ہے۔ رمضان کے سارے روزے تو اسی لیے ہیں کہ ہم اللہ کی ہدایت سے واقف ہوں، اس ہدایت کو سنیں اس کو پڑھیں تقوی کی کیفیت ، ہمارے اندر پیدا ہو اور ہمیں اپنے اوپر اتنا ضبط اور ڈسپلن ہو کہ اللہ تعالیٰ جس چیز سے روکیں اس چیز سے رک جائیں۔ اس ہدایت پر عمل پیرا ہونے کے لیے، اللہ کی شریعت کی جو امانت ہمارے پاس ہے، اس کا بوجھ اٹھانے کے لیے جس کردار کی ضرورت ہے، وہی رمضان المبارک انسان کے اندر روزوں کے ذریعے ڈالنا چاہتا ہے۔

بقر عید کی تقریب اور جشن اس ہدایت کے بالکل ایک دوسرے پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ پہلو یہ ہے کہ یہ ہدایت اس بات کا بھی مطالبہ کرتی ہے کہ اس کے ماننے والے اپنی شخصیت کی کل تعمیر کے لیے اور اپنے دین مکمل طور پر عمل کرنے کے لیے قربانی دینے کو تیار ہوں۔ ان کی پوری عبادت صرف دو چیزوں سے مرکب ہے ایک قربانی، دوسرے حرکت و اجتماع قربانی تو آدمی یہ دیتا ہے کہ اپنے گھر بار کو اور اعزہ و اقربا کو چھوڑ کر نکلتا ہے۔ آج تو سفر آسان ہے لیکن پہلے وہ دور دراز کا سفر اختیار کرتا تھا۔ اس راہ میں خطرات بھی ہوتے تھے۔ یوں اس کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ گھر پر کیا گزر رہی ہے، نہ کوئی ڈاک کا نظام تھا، نہ موبائل فون نہ انٹرنیٹ اور کوئی اور نظام تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنی آمدنی اورکمائی کے ذریے کو بھی وہ قربان کرتا تھا۔ سال کی ، وقت کی ، رشتوں کی ، تعلقات کی سب کی قربانی دے کر وہ حج پر جاتا تھا۔ حج کی عبادت میں سب سے بڑی چیز اور اس کا رکن اعظم نویں ذی الحجہ کو عرفات کے میدان میں جانا اور وہاں چند سیکنڈ ، چند منٹ یا چند گھنٹے قیام کرنا ہے۔ اس رکن کے بغیر حج مکمل نہیں ہوسکتا۔ اگر یہ چھوٹ جائے اس کی کوئی معافی نہیں ہے۔ میں کوئی اور خامی ہو جائے، کوئی ترتیب بدل جائے کوئی خرابی ہو جائے، آپ پتھر نہ پھینک سکیں، قربانی نہ کرسکیں، ان سب کے لیے تو قضاء ہو سکتی ہے یا دم دے کر تلافی ہوسکتی ہے لیکن اگر نویں تاریخ کوآدمی عرفات کے میدان میں حاضر نہ ہوتو سوائے اس کے کوئی معافی نہیں ہے کہ اگلے سال نویں تاریخ کو اسی میدان میں پہنچے ۔ حج میں کچھ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ نماز میں قرأت ضروری ہے تسبیح ضروری ہے تکبیر ضروری ہے لیکن میں حج میں کچھ پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ روزے کی طرح اس میں بھوکا پیاسا رہنا ضروری نہیں ہے۔ سفر خرچ اور قربانی کے علاوہ زکوۃ کی طرح کچھ اور بھی جیب سے نکالنا ضروری نہیں ہے۔ زبان سے کوئی کلمات کا کہنا بھی ضروری نہیں ہے۔ آدمی کوئی دعا مانگے یا نہ مانگنے تسبیح و تکبیر پڑھے یا نہ پڑھے لیکن گھر سے نکل کر وہ بیت اللہ میں حاضر ہو کر طواف کرے، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے اور میدان عرفات کے اندر حاضر ہو جائے ۔ منیٰ میں بھی تین دن ٹھہرنا ضروری نہیں ہے۔

ILF
ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ-وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ-لِمَنِ اتَّقٰىؕ(البقرة) " پھر جو کوئی جلدی کر کے دو ہی دن میں واپس ہو گیا تو کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ دن اس نے تقوے کے ساتھ بسر کیے ہوں۔ اگر آدمی بالکل خاموش رہے۔ طواف کر لے سعی کر لے،عرفات کے میدان میں پہنچ جائے ، اس کا حج بالکل مکمل ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ کوئی چیز ضروری نہیں ہے۔ اعضاء کو کوئی حرکت دینا ضروری نہیں ہے سوائے اس کے کہ آدمی حرکت کرے، اپنی جگہ سے ہلے، سفر کرے اور ایک میدان عرفات میں پہنچکر وہاں جمع ہوجائے۔ آپ غور کریں تو حج کا خلاصہ اس کے علاوہ کیا ہے کہ حاجی قربانی کرتا ہے،اس موقع پر حاجی پتھر بھی مارتا ہے منی کے میدان میں قیام بھی کرتا ہے، بیت اللہ کا طواف بھی کرتا ہے، ان سب میں حرکت، سفراور قیام یہ سارےحج کا خلاصہ ہے جو نکال کر پیش کیا جاسکتا ہے۔

حج دراصل اس بات کا جشن ہے کہ اللہ تعالی نے دین کو اپنی ہدایت کی نعمت کو، قرآن مجید کومکمل فرمادیا۔ اپنی سب سے بڑی نعمت ہمارے ہاتھوں میں تھما دی۔ اس حج کے ساتھ جو عید ہے وہ قربانی کا جذبہ پروان چڑھانے کے لیے ہے۔ رمضان کا جشن تقوی پیدا کرنے ذریعہ تھا، کہ جس کے بغیر قرآن مجید کا حق ادا نہیں ہوسکتا تھا۔ لیکن یہ عید قربانی کی عید ہے ہماری زبان میں اس کا نام ہی عید قرباں ہے۔

حج کی عبادت اُسی پرفرض ہے جو اس کی استطاعت رکھتا ہو اور عمر میں ایک دفعہ فرض ہے شروع سے آخرتک یہ عبادت قربانی، حرکت، سفر، قیام اور وقوف کے اوپرمبنی ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ دین اس لیے آیا ہے کہ ایک طرف تو آدمی کو اپنے اوپر کنٹرول اور ضبط نفس حاصل ہو اور وہ اپنے نفس کو اپنے قابو میں رہ سکتا ہو۔ اگر صبح صادق سے غروب آفتاب تک اللہ کے حکم سے اپنے آپ کو روک سکتا ہے جو حلال بھی ہے تو باقی زندگی میں وہ اس چیز سے بھی اپنے آپ کو روک لے جو حرام ہے۔ مال حرام نہ کھائے کسی کا حق نہ مارے۔ لیکن عید قربان جو دراصل قربانی کی عید ہے آدمی کو اس بات کے لیے تیار کرتی ہے کہ اللہ کی راہ میں نکلے، اس راہ میں اپنا وقت بھی دے اور اپنا مال بھی خرچ کرے، اور اللہ کے راہ میں نکل کراس سے اپنی محبت اور اپنے عشق کا اظہار بھی کرے اس بات کی علامت کے طور پر کہ دنیا کو اس نے بالکل چھوڑ دیا ہے اپنے کپڑے اتار کر دو سفید چادر پہن لے وہ اللہ کی راہ میں نکلا ہے تو اس نے وولباس پہن لیا جو اللہ کے دربار میں حاضر ہونے کے لیے وہ موت کے وقت پہنے گا۔ اسی لباس کو پہنے ہوئے

وہ دیوانہ وار اللہ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اس کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہے، اس کے آگے ہاتھ پھیلا ہے۔ اللہ تعالی اس گھر میں قیام میں فرماتا اس لیے کہ وہ اس طرح کا بیت اللہ نہیں ہے کہ تعالی وہیں رہتا ہے۔ اللہ تعالی تو ہر جگہ موجود ہے، یہاں بھی موجود ہے، اس وقت بھی ہے۔ جہاں بھی آپ ہیں وہاں آپ کے ساتھ ہے۔ لیکن اس نے اس گھر کو اپنے نام سے موسوم کر لیا

حج دراصل اس بات کا جشن ہے کہ اللہ تعالی نے دین کو اپنی ہدایت کی نعمت کو، قرآن مجید کومکمل فرمادیا۔ اپنی سب سے بڑی نعمت ہمارے ہاتھوں میں تھما دی۔

ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

ہے اس لیے وہ اس کا گھر کہلایا۔ اس لیے آدمی اس پتھروں کے گھرسے جس سے فن تعمیر کا کوئی حسن نہیں ہے، نہ اس کے اندر کوئی گنبد ہے نہ کوئی مینار بنے ہوئے ہیں، اس کی دیواریں اور عمارتیں بڑی شاندار ہیں، وہ پتھر اور گارے کا گھر ہے لیکن چونکہ اللہ تعالی نے اسے اپنے سے نسبت دے لیا ہے، اس لیے آدمی اس کے چکر لگاتا ہے۔

ایمان کی حقیقت کا مزہ تو اس کو حاصل ہوتا ہے جو سب سے بڑھ کر اللہ تعالی سے محبت کرے۔ محبت ہو جائے ومحبوب کی ہر سے چیز سے محبت ہوتی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ حجر اسود اور میرا دست ہے، میرا ہاتھ ہے تو آدمی جا کر اس کو چومتا ہے۔ اس گھر کو اس نے کہا ہے کہ میرا گھر ہے آدمی اس کے گرد چکرلگاتا رہتا ہے، کچھ نہیں پڑھتا، بس اس کے گرد دیوانہ وار چکر لگاتا رہتا ہے۔ بوڑھے ہوتے ہیں، جوان ہوتے ہیں، عورتیں ہوتی ہیں، بچے ہوتے ہیں، کالے ہوتے ہیں، گورے ہوتے ہیں، پیلے ہوتے ہیں، ہزاروں قدم ہیں جو اس گھر کے چاروں طرف گردش میں رہے ہیں جس کو اللہ تعالی نے اپنے نام کے ساتھ نبت دے دی ہے۔ . وہاں پر دو پھاڑیاں ہیں۔ بظاہر تو چھوٹی سی پہاڑیاں ہیں۔ ان کے اندر بھی کوئی حسن

نہیں ہے۔ ان کا سارا حسن اس وجہ سے ہے کہ اللہ کی ایک بندی نے اسی حالت میں جب بظاہر کوئی سہارا اور کوئی آسرا نہیں تھا اللہ کے اوپر بھروسا کیا اور بے چینی اور اضطراب کے ساتھ، اس پہاڑی سے اس پہاڑی پر اوراس پہاڑی سے اس پہاڑی پر چکر لگاتی رہیں۔ (رضی اللہ عنھا)۔ انھی کی سنت کی پیروی پر دوپہاڑئیوں کے درمیان چکر ہوگیا جو اس بات کی علامت ہے کہ دین کے اندراصل چیز کوشش ہے اسی کا نام سعی ہے۔ سعی کے معنی ہی کوشش کے ہیں۔ لہذا اصل چیز تو کوشش ہے اللہ کی راہ میں قدم اٹھانا ہے، اللہ کی راہ میں چلنا ہے، اللہ کے اوپر بھروسا کرنا ہے۔ جو اللہ پر بھروسا کرے گا، اس کی راہ میں نکلے گا، اللہ کی راہ میں چلے گا تو ہوسکتا ہے جہاں کہیں دور دور پانی کا نشان نہ ہو انسان کا نام و نشان نہ کوئی غذا کا بندوبست نہ ہو ایک تنہا عورت اور ایک شیر بچہ ہو ہوتو اللہ ایک بچے کے پاؤں کی ٹھوکر سے بھی پانی کا چشمہ نکال سکتا ہے کہ اِن اللہ علی کل شيٰء قدیر۔

منی کی پوری عبات یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالی کو صرف کلمات کا دہرانا مطلوب نہیں ہے بلکہ یہ مطلوب ہے کہ آ دمی اللہ کی راہ میں قدم اٹھائے، اس کی راہ میں نکلے اس کی راہ میں چلے، اس پر بھروسا رکھے، اس سے بات کرے اور جواس سے محبت کرے اور جو اس نے مقرر کردیا، خواہ سمجھ میں آ ئے یا نہ آئے کہ ان پہاڑیوں کے درمیان چکر لگانے کا کیا فلسفہ ہے، ان کی کیا حکمت ہے لیکن آدمی اللہ کے حکم کی خاطر چکر لگائے، ادھر سے ادھر جائے، ادھر سے ادھر آ ئے اور سات چکر مکمل کرے۔ اس طرح کی سعی مکمل ہو جاتی ہے۔ پھر احرام باندھے اور تین میل کے پر فاصلے پانی کی طرف جائے، قیام کرے، پھراٹھے اور عرفات میں ڈیرے ڈالے عرفات سے واپس آنے مزدلفہ میں ڈیرے ڈالے، وہاں سے واپس آئے پھر منٰی میں ڈیرے ڈالے اور پھر جا کر ایک دفعہ طواف کر کے آجائے تو اس کا حج مکمل ہوگیا۔

منٰی کی پوری عبات یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالی کو صرف کلمات کا دہرانا مطلوب نہیں ہے بلکہ یہ مطلوب ہے کہ آدمی اللہ کی راہ میں قدم اٹھائے، اس کی راہ میں نکلے اس کی راہ میں چلے، اس پر بھروسا رکھے، اس سے بات کرے اور جواس سے محبت کرے اور جو اس نے مقرر کردیا

ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

اس کی تکمیل اسی طرح ہوتی ہے کہ دین کے تقاضے پورا کرنے کے لیے قربانی کا یہ جذبہ ضروری ہے کہ اس کے ماننے والے اللہ کی راہ میں نکلیں، اپنا وقت دیں، اپنا مال دیں، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ جو چیزیں اللہ تعالی کو پیاری ہیں ان سے والہانہ محبت کریں۔

اس ساری عبادت کے اندر سوائے کوشش کے محبت کے محنت کے، بھاگ دوڑ کے سفر کے قربانی کے کچھ نہیں ہے چاہئے کہ اللہ کے دربار میں حاضر ہو جائے، اس کی ایک ایک عبادت سے ایک ایک نشان سے دیوانہ وار محبت کرے، اس سے چمٹے اس کو پیار کرے ، اس کے علاوہ اس عبادت کے اندر کچھ نہیں ہے۔ اسی بات کی تربیت کے لیے عرفات کے میدان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پریہ آیت نازل ہوئی جس کے بارے میں یہودی نے حضرت عمر فاروق سے آ کر یہ کہا کہ تمھارے پاس تمھاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے ہو۔ اگر یہ آیت ا ور ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس کے دن کو یوم نزول کونزول یوم عید مناتے جشن مناتے ، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے، اچھے کپڑے پھنتے کھانے کھاتے، توہمارا جشن کا دن بن جاتا۔ حضرت عمر نے کہا کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ آیت کس دن نازل ہوئی اور وہ دن تو ہمارے لیے پہلے ہی سے عید کا دن ہے۔

یہ آیت تو عرفات کی جگہ ہے، جمعے کے دن جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری حج کے موقع پر وہاں کھڑے ہوئے تھے اس وقت آپ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اسی دن اللہ تعالی نے یہ اعلان فرمایا اور اس کا اگلا دن عید کا دن قرار پایا۔

یہ سورۃ ابراھیمی علیہ السلام کی یاد میں تو ضرور ہے لیکن اصل بات جو میں یا د رکھنی چاہیے یہ ہے کہ یہ اس آیت کے نزول کا بھی جشن ہے۔ بجائے اس کے کہ ہم ہزاروں معبودوں کی چوکھٹ پر سررکھتے، ان کے غلام ہوتے، اللہ تعالی نے ہمارے لیے وہ دین پسند کیا جس میں صرف ایک ہی کے لیے سجدہ ہے، ایک ہی کے لیے بندگی ہے اور ایک ہی کے لیے غلامی ہے۔ اس کا ہم پر احسان ہے اور اس احسان کا جشن یہ عید ہے۔ اس احسان کا حق ادا کرنے کے لیے قربانی کا جذبہ ضروری ہے۔ حاجی گھر سے نکل کر سفر کر کے، بیت اللہ میں حاضر ہو کر اللہ کے در پر ہاتھ پھیلا کر منیٰ اور عرفات میں سفر کر کے، پھر مار کر قربانی کر کے اپنے اس قربانی کے پورے جذبے کا اظہار کرتا ہے۔ جب کہ دنیا بھر کے مسلمان جس جگہ کے بھی ہوں جس کی استطاعت ہوتی ہے ایک جانور کی قربانی دے کراسی جذبے کا اظہار کرتا ہے جس کی استطاعت نہیں ہوتی وہ نہیں دے پاتے لیکن سب لوگ جشن مناتے ہیں اور دو رکعت نماز پڑھے ہیں۔

یہ سب سے پہلے اس بات کا جشن ہے کہ اللہ تعالی نے ہم کو اپنا مکمل دین عنایت فرمایا۔ اس دین کے تقاضے پورا کرنے کے لیے قربانی کا یہ جذ بہ ضروری ہے، یہ دین صرف اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ ہم رمضان کی راتوں میں کھڑے ہو جائیں، ہاتھ باندھ کر قرآن مجید کی تلاوت کریں، بھوکے پیاسے رہیں، رھبانیت اختیار کریں اور اپنے نفس کو اپنے قابو میں کریں، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اس کی تکمیل اسی طرح ہوتی ہے کہ اس کے ماننے والے اللہ کی راہ میں نکلیں، اپنا وقت دیں، اپنا مال دیں، اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔ جو چیزیں اللہ تعالی کو پیاری ہیں ان سے والہانہ محبت کریں۔ پتھروں کا گھرخانہ کعبہ اس کو پیارا ہے صفا و مروہ پہاڑیاں اس لیے اس کو محبوب ہیں کہ اللہ پر بھروسا کرتے ہوئے حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے اس کے گرد چکر لگائے عرفات کا میدان اس کو اس لیے محبوب ہے کہ لاکھوں بندے اس میں جمع ہو کر اس کے حضور گڑگڑاتے ہیں اور روتے ہیں لیکن اس کو سب سے بڑھ کر محبوب تو اس کا دین ہے جو اس نے ہم کو

ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

اللہ کی راہ میں قربانی رشتوں کی قربانی، وطن کی قربانی، مال کی قربانی ہر چیزکی قربانی کا اسوہ اگر کوئی ہے تو وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ہے

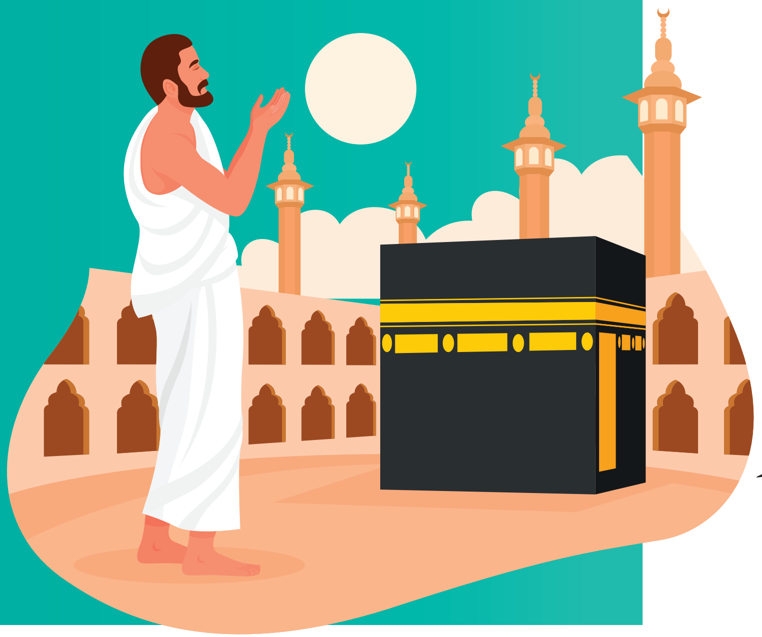

عنایت فرمایا ہے، اس کی کتاب ہے جو اس نے ہم کو عنایت فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نزول ہی جشن عید ہے اور اسی کا مکمل ہونا جشن ہے جس کے لیے ہم کو اپنے ام قربانی کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔
اسی عید کو اسوہ ابراھیم علیہ السلام کے ساتھ باندھ کے اللہ تعالی نے ہم کو کئی چیزوں کی تعلیم دی ہے سب سے بڑھ کر توحید کی تعلیم دی ہے، کہ اللہ کی ایسی بندگی کی جائے جس میں کوئی اس کا شریک نہ ہو۔ اللہ کی راہ میں قربانی رشتوں کی قربانی، وطن کی قربانی، مال کی قربانی ہر چیزکی قربانی کا اسوہ اگر کوئی ہے تو وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ ہے۔ باپ کو ترک کردیا ، وعدہ کیا کہ میں آپ کے لیے استغفار کروں گا، مغفرت کروں گا لیکن جب اللہ تعالی نے منع فرما دیا کہ مشرک کے لیے استغفارنہیں ہوسکتا تواس سے بھی رک گئے۔ اپنے وطن میں وہاں کے سب سے بڑے پجاری کے بیٹے نے سب سے بڑے پیر کی گدی ان کے لیے مخصوص تھی اگر اس گدی پر بیٹھے اپنی قوم کے پیشوا ہوتے مذہبی دینی سردار ہوتے، بتوں کی پوجا کرتے تو لاکھوں کا مال پوجا پاٹ کی صورت میں ان کے قدموں میں نچھاور ہوتا مگر ان سب کو چھوڑ دیا۔ آگ میں ڈالے گئے تو اس میں کود گے اور اس میں بھی انھوں نے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوئی گھر چھوڑنا پڑا تو گھر چھوڑ کر نکل گئے اور فلسطین، شام اور مصر کے صحرا میں اور جنگل میں در بدر مارے مارے پھرے۔ اللہ تعالی نے حکم دیا کہ اپنے شیر خوار بچے اوربیوی کو وہاں پر چھوڑ آئو جہاں اللہ تعالی کے سب سے پہلے گھر کی بنیادیں موجود ہیں۔ تو بلا چوں وچر اپنے بچے اور بیوی کو وہاں پر چھوڑ آئے۔
إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِّلْعَالَمِينَ (سورۃ آل عمران) "بے شک سب سے ہی عبادت گاہ جو انسانوں کے لیے تعمیر ہوئی وہی ہے جو مکہ میں واقع ہے۔ اس کو خیر و برکت دی گئی تھی اور تمام جہان والوں کے لیے مرکز ہدایت بنایا گیا تھا اس کے بعد جب آخر میں یہ حکم ہوا کہ وہ بچہ جو بارہ تیرہ سال کا ہو گیا تھا، چلنے پھرنے کے لائق ہو گیا فرمایا اس کو زبح کردو۔ انھوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے زبح کررہا ہوں اب توبتا تمہارا کیا خیال ہے۔
قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ۔سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ (سورۃ الصافات) اس سے کہا: ابا جان جو بھی آپ کو حکم دیا جارہا ہے اسے کر ڈالے، آپ ان شاء اللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے آخرکار جب دونوں نے اللہ کے آگے اپنے آپ کو ڈال دیا اور باپ نے بیٹے کے گلے پر چھری رکھ دی تو اللہ تعالی فرمایا کہ بس اب امتحان کمل ہوگیا اورندا آئی کی کہ ابراہیم نے خواب سچ کر دکھایا۔
ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد اللہ تعالی نے فرمایا: وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ۖ قَالَ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۖ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ . سورۃ البقرۃ
یاد کرو کہ جب ابراہیمؑ کو اس کے رب نے چند باتوں میں آزما یا اور وہ اُن سب میں پورا اتر گیا، تو اس نے کہا: "میں تجھے سب (لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں" ابراہیمؑ نے عرض کیا: "اور کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟" اس نے جواب دیا: "میرا وعدہ ظالموں

ISLAMIC LEARNING FOUNDATION

سے متعلق نہیں ہے" "۔

آپ آج کے دنیا کے اندرعیسائیوں کی مسلمانوں کی اور یہودیوں کی آبادی شمار کریں۔ پھر دیکھیں کہ ان کے پاس کتنے وسائل ہیں، کتنا اقتدار ہے۔ یہ سب کے سب حضرت ابراھیم علیہ السلام کو اپنا جدامجد مانتے ہیں۔ سب کو اس بات کا دعوی ہے کہ ہم حضرت ابراھیم علیہ السلام کے وارث ہیں، کوئی بھی ان کے نام سے انکار نہیں کرتا۔ اگر کچھ لوگوں کی تحقیق تسلیم کی جائے کہ برھمن کا لفظ بھی دراصل ابراھیم سے نکلا ہے، اس لیے کہ ب، ر،اورہ،کا بھی وہی مادہ ہے جس سے یہ لفظ نکا ہے تو یہ دوسرے مذاہب کے لوگ بھی شاید اپنا سلسلہ وہیں تک جاکر پائیں گے۔ ڈھائی ہزار سال قبل حضرت ابراہیم نے توحید کے دین کو قائم فرمایاتھا اور اللہ کا یہ وعدہ کہ میں تم کولوگوں کا قائد بناوں گا ان کے حق میں پورا ہوا لیکن جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے پوچھا کہ ومن ی" کیا میری اولاد سے بھی یہی وعدہ ہے؟

قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِين البقرة "

میرا وعدہ ظالموں سے تعلق نہیں ہے گویا یہ اعمال کے ساتھ وابستہ ہے۔ نسل اور نسب سے منتقل نہیں ہوگا۔ یہ کسی لیبل کے ساتھ" نہیں ہے کہ ابراھیمی لیبیل گا ہو یا محمدی لیبل لگا ہو، عیسٰی کا لیبل لگا لیا تو اللہ تعالیٰ کشتی پار لگا دے گا۔ جو لوگ ظلم کی روش پر چلیں گے ان کے ساتھ میرا کوئی معاہ نہیں ہے۔ یہ تو ان کے ساتھ ہے جو ایمان اور اسلام کی روش پر چلیں گے۔ عید قربان اللہ تعالی کے دین کے مکمل ہونے کا جشن بھی ہے۔ اسوۃ ابراھیمی تمھارے لیے اسوہ ہونا چاہیے۔ اس اسوہ کاجوپہلو ہمیشہ ہمارے سامنے رہنا چاہئے وہ ایک ہے طرف تو قربانی ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اللہ کی راہ میں لکلنا، اس کی راہ میں کوشش کرنا، اس کی راہ میں مال دینا۔ قربانی حاجی بھی کرتا ہے اور قربانی دینے والا بھی کرتا ہے۔ اگر روزہ تقوی پیدا کرتا ہے، اللہ کی بندگی کرواتا ہے، راتوں کو کھڑا رکھتا ہے توحج گھر سے نکال دیا ہے۔ قربانی تو اس بات کی تربیت دیتی ہے کہ گھر سے نکلوجاؤ اس کے بغیر اللہ تعالی کا جو دین مکمل ہوا ہے وہ نافذ نہیں ہوسکتا۔ اسوہ ابراھیمی دراصل توحید کی علامت ہے۔ وہ علامت یہ ہے کہ گناہ تو آدی سے ہوتے ہیں، قربانی کے اندر کوتاہیاں بھی ہوتی ہیں لیکن زندگی کا رخ بس ایک ہی رہے۔ حضرت ابراہیم نے پہلے توحید کو پایا۔ ستارے ڈوب گئے، چاند ڈوب گیا، سورج ڈوب گیا۔ فرمایا کہ

فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هَٰذَا رَبِّي هَٰذَا أَكْبَرُ ۖ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يَا قَوْمِ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ ۔ الانعام

کہ ڈوبنے والی چیز میں میری زندگی کا مقصو نہیں بن سکتیں۔ جو چیزیں ڈوب جاتی ہیں ختم ہوجاتی ہیں وہ قبلہ نہیں بن سکتیں، زندگی کا مطلوب نہیں ہوتیں۔ ان سب چیزوں سے مبرا ہوکر انھوں نے اعلان کیا إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا ۖ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (الانعام :79) "میں نے تو یکسو ہو کر اپنارخ اس طرف کرلیا ہے جس نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا ہے اور میں ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ شرک یہ نہیں ہے کہ انسان اللہ کی بندگی میں کسی کو شریک کرے۔ شرک کے بہت سارے معنی اور پہلو ہیں۔ زندگی کا ایک قبلہ ہونا چاہیے۔ ایک رخ ہونا چاہیے، ایک مقصود ہوا چاہیے، ایک منزل ہونی چاہیے۔ یہ رخ، یہ قبلہ، یہ

ابراھیمی اسوہ کاجوپہلو ہمیشہ ہمارے سامنے رہنا چاہئے وہ ایک ہے طرف تو قربانی ہے، جان کی قربانی، مال کی قربانی، اللہ کی راہ میں لکلنا، اس کی راہ میں کوشش کرنا، قربانی حاجی بھی کرتا ہے، قربانی اس بات کی تربیت دیتی ہے کہ گھر سے نکلوجاؤ اس کے بغیر اللہ تعالی کا جو دین مکمل ہوا ہے وہ نافذ نہیں ہوسکتا۔

حج اور قربانی

مقصود دنیا کی کوئی چیز نہیں بن سکتی کہ اس میں سے ہر چیز ہلاک ہونے والی اور ختم ہونے والی ہے، کچھ دیر بعد ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۘ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

اور اللہ کے ساتھ کسی دُوسرے معبود کو نہ پکارو اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اُس کی ذات کے فرماں روائی اُسی کی ہے اور اُسی کی طرف تم سب پلٹائے جاؤ گے۔ سورۃ القصص

ہرچیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اللہ کے چہرے کے۔ وہی بات جو ابراہیم نے کی کہ جو ڈوبنے والے ہیں میں ان سے محبت نہیں کرسکتا۔ یہ قربانی کا سبق ہے، یہ

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا۔"

عید قرباں حج کے موقع پراس مقام پر منائی جاتی ہے جس کی طرف ہرنمازی قبلہ کے اند رخ کرتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ پوری زندگی کا رخ اس کی طرف ہونا چاہیے جو بیت الحرام کا رب اور مالک ہے۔ اسی کے بعد آدمی قربانی دے سکتا ہے۔ جب بہت سارے مقصود ہوں بہت سارے محبوب ہوں بہت سارے قبیلے ہوں تو آدمی وہ قربانی نہیں دے سکتا جو مطلوب ہے اور جس کے بغیر دین کے مکمل ہونے کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

میرے بھائیو اور دوستو ! یہ جو عید کا دن آنے والا ہے اس کا یہ ہے اس بات کا سبق ہے کہ اپنے اندر زندگی کا مقصد ٹھیک کریں اور اللہ کی راہ میں نکلیں اور قربانی دیں۔ یہی سبق ہے جو ہم کو یاد رکھنا چاہیے۔